عہد صحابہ میں ذخیرہ حدیث اور روایات شمائل کے مابین باہمی ربط

خلیل اللہ *

عبید احمد خان **

آنحضرت ﷺ سے تشریعی احکام کی بابت کسی بھی قسم کی معلومات نقل کرنے رواۃ صحابہ کی تعداد امام حاکم کے نزدیک چار ہزار ہے، جبکہ آنحضرت ﷺ کے شمائل وحلیہ مبارکہ کو بیان کرنے والے صحابہ کی تعداد قاضی عیاض کے مطابق صرف پندرہ ہے۔ شمائل کے گنے چنے راوی اور احکام شرعیہ کے کثیر رواۃ کی تعداد میں نمایاں فرق قابل تعجب ہے۔ وہ کیا وجوہات تھیں جن کی بناء پر سوالاکھ پر مشتمل جماعت صحابہ کا روایات شمائل میں اشتغال نہیں ہوا؟ اس گتھی کو سلجھانے کے لئے اس مقالہ میں عہد نبوی ﷺ اور شیخین کریمین بالخصوص عہد فاروقی کے اقدامات، تدابیر اور ان کے نتائج کا معاشرتی وفقہی نقطہ نظر سے مطالعہ کیا گیا اور ایسے کئی دینی وفقہی مصالح کی نشاندہی کی گئی ہے جن کے باعث روایات شمائل محدود دائرہ میں محصور رہے اور ان کی اشاعت وتدوین اوائل اسلام میں مربوط انداز میں بڑے پیمانے پر عمل میں نہیں آئیں۔

عہد رسالت ﷺ میں کتابت حدیث:

سیرت وشمائل رسول اللہؐ کا ایک مستند ماخذ احادیث نبوی ہیں، عہد نبوی کے آخری سالوں میں صحابہ کرام کے کتابت حدیث اور آنحضرتؐ کی جانب سے اس کی حوصلہ افزائی کا ثبوت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی زبانی ملتا ہے:

كنت اكتب كل شئى اسمعه من رسول اللهﷺ اريد حفظه ،فنهتنى قريش وقالوا:اتكتب كل شئى تسمعه،ورسول اللهﷺ بشر يتكلم فى الغضب والرضا،فامسكت عن الكتاب،فذكرت ذلك الى رسول اللهﷺ فقال:''اكتب،والذى نفسى بيده ما يخرج منه الا حق(۱)

میں رسول اللہ ﷺ سے جو کچھ سنتا تھا، حفظ کرنے کے لیے اس کو لکھ لیتا تھا، پھر قریش نے مجھے منع کیا اور کہنے لگے کہ تم جو بات سنتے لکھ لیتے ہو، حالانکہ رسول اللہ ﷺ بشر ہیں، غصہ میں بھی کلام کرتے ہیں اور خوشی میں بھی، یہ سن کر میں نے لکھنا چھوڑ دیا اور آنحضرت ﷺ سے اس کا ذکر کیا، توآپ نے اپنی انگشت سے اپنے دہن کی طرف اشارہ کیا اور فرمانے لگے ''تم لکھو، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس سے بجز حق کے کچھ نہیں نکلتا۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص نے اس مکتوبہ کا نام '' صادقہ '' رکھا تھا، آنحضرت ﷺ کی اجازت سے لکھے گئے اس مکتوب کو دیکھنے کے لئے لوگ ان کے پاس آتے تھے، (۲) امام حاکم متدرک میں اس حدیث کی روایت کے بعد لکھتے ہیں کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور یہ آنحضرت ﷺ کی احادیث لکھے جانے کے بارے میں اصل دلیل ہے۔ (۳)

حضرت انسؓ جو آنحضرت ﷺ کے خادم خاص تھے اور دس سال کی عمر میں ان کی والدہ ام سلیم نے

---

* ریسرچ سکالر شعبہ معارف اسلامی، کراچی یونیورسٹی، پاکستان۔

** شعبہ اصول الدین، کراچی یونیورسٹی، کراچی، پاکستان۔

آنحضرت ﷺ کی خدمت مبارک میں یہ کہتے ہوئے پیش کیا تھا: "یہ میرا لڑکا ہے اور لکھنا پڑھنا جانتا ہے" (۴) ان کے مکتوبہ احادیث کے بارے ان کے شاگرد کی گواہی ہے:

کنا اذا اکثرنا علی انس بن مالک فاخرج الینا محالا عنده ،فقال :هذه سمعتها من النبیﷺ فکتبتهاوعرضتها علیه(۵)

ہم جب حضرت انسؓ سے زیادہ پوچھ گچھ کرتے تو وہ اپنے پاس سے کاغذات کا تھیلا نکالتے اور فرماتے: یہ وہ حدیثیں ہیں جو آنحضرت ﷺ سے میں نے سنیں اور ان کو لکھا اور لکھ کر ان کو دکھا چکا ہوں۔

اور یہی کتابت حدیث کا ذوق دوسرے حضرات صحابہ کا تھا کہ ابوبکر صدیق، علی بن ابی طالب، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن مسعود، سعد بن عبادہ انصاری، سمرہ بن جندب، جابر بن عبداللہ، حضرت عائشہؓ وغیرہ جیسے نامور صحابہ نے احادیث نبوی پر مشتمل صحائف مرتب کر رکھے تھے (۶) جیسے حضرت علی (م۴۰ھ) سے سوال کیا گیا کہ آپ کے پاس نبی اکرم ﷺ کا کوئی خاص نوشتہ موجود ہے تو فرمایا: نہیں یہ قرآن مجید ہے اور ایک نوشتہ ہے جس میں صدقات، دیت وقصاص اور امان کے احکام مذکور ہیں (۷)۔ ڈاکٹر حمیداللہ کے مطابق صحابہ نے ۱۴یا۱۵ مجموعہ احادیث نبی اکرمؐ کی اجازت سے لکھ لیے تھے۔(۸) برصغیر کے معروف محقق ڈاکٹر محمد مصطفیٰ الاعظمی نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالہ "دراسات فی الحدیث النبوی وتاریخ تدوینه" میں ذخیرہ حدیث کے جمع وتدوین کی تاریخ کا تجزیہ کیا ہے، اس مقالہ میں باون صحابہ اور ڈھائی سو سے زائد تابعین کے صحائف کا ذکر کیا ہے جو آنحضرت ﷺ کی حیات مبارکہ میں ہی غیر رسمی طور پر حدیث کی کتابت اور حفاظت کے لئے کی جانے والی تحریک کے تقدم کا پتہ دیتی ہے۔ ان نوشتوں کی جملہ احادیث تیسری صدی ہجری میں مدون ہونے والی مصنفات حدیث میں جمع ہو گئی ہیں اور موجودہ مجموعات حدیث صحیح بخاری، صحیح مسلم، مسند احمد وغیرہ کی احادیث سے لفظ بہ لفظ مطابقت رکھتی ہیں، اسی حقیقت کو مولانا ابوالحسن ندوی لکھتے ہیں:

واذا اجتمعت هذه الصحف والمجامیع ومااحتوت علیه من الاحادیث کونت العدد الاکبر من الاحادیث التی جمعت فی الجوامع والمسانید والسنن فی القرن الثالث وهکذا یتحقق ان المجموع الکبیر الاکبر من الاحادیث سبق تدوینه وتسجیله من غیر نظام وترتیب فی عهد الرسول ﷺوفی عصر الصحابة(۹)

اگر ان تمام احادیث کو یکجا کیا جائے جو صحابہ اور تابعین کے صحائف میں موجود تھیں اور ان کا موازنہ بعد کی مولفات حدیث سے کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان کتب حدیث کی اکثر احادیث بغیر ترتیب کے صحابہ کرام کے قلم سے لکھی جا چکی تھیں۔

عہد رسالت ﷺ و شیخین کریمین میں تقلیل حدیث اور اس کے مصالح:

عہد نبوی ﷺ اور شیخین کریمینؓ میں ایسے اقدامات کئے گئے جن کے باعث قرآن کریم تمام ایمان والوں کی توجہات کا محور رہا، قرآنی متن کی کتابت کا باقاعدہ انتظام متعارف کیا گیا تاکہ اس کے الفاظ بعینہٖ محفوظ رہیں، اس کی تلاوت وحفظ اور نشرواشاعت کا غایت درجہ اہتمام کیا گیا۔ اس کے مقابل کئی مصالح کے باعث ریاستی سطح یا عوامی پیمانے پر جمع حدیث اور اس کے درس وتکرار سے توقف کیا گیا، آنحضرتؐ نے اپنے زمانے میں متواتر تدابیر (جیسے ممانعت عمومی تحریر

حدیث (۱۰)، حکم محو حدیث (۱۱)، تحریق مجموعے حدیث (۱۲)، حکم اخلاص کتاب اللہ عن غیرہ (۱۳)) کے ذریعے صحابہ کو عمومی طور پر احادیث کے جمع، کتابت اور تکرار میں مشغول ہونے سے روکا، آپؐ کے بعد حضرت ابو بکر بھی اس کی نگرانی وتنبیہ کرتے رہے (۱۴) اور حضرت عمر کو یہ بات ناپسند تھی کہ صحابہ کثرت سے حدیثیں بیان کریں، انہوں نے تقلیل روایت میں اتنی سخت گیری سے کام لیا کہ بعض کو ایک زمانہ سے ان کے طرز عمل سے یہ غلط فہمی ہے کہ حضرت عمر سرے سے اشاعت وحجیت حدیث کے منکر تھے اور انہوں نے فن حدیث کی بیخ کنی کی تھی۔ (۱۵) شاہ ولی اللہ نے ازالۃ الخفاء کے "رسالہ در مذہب فاروق اعظم" میں تصریح کی ہے عہد عثمانی سے ماقبل اکثار روایت اور عمومی اشاعت حدیث کا رواج نہیں تھا، جن صحابہ سے روایت کی کثرت ہے ان میں سے اکثر نے عہد عثمانی سے سرد روایات کی ابتداء کی ہے اور ان صحابہ کی بیشتر روایات مرسل ہیں کہ براہ راست رسالت مآبؐ سے نقل کے بجائے صحابی دیگر اصحاب کے فتاوی اور اخبار سے استفادہ کر رہے تھے۔

نیز حضرات صحابہ نے مزاج نبوت کے شناسا ہونے کی بناء پر آپؐ کے ان ہی اقوال وافعال پر اپنی توجہ وصلاحیت کو مرکوز کیا جن سے احکام قرانی کی وضاحت اور عملی مطالبات کی ترجمانی ہوتی تھی اور وہ کلام ربانی کا عرفان پانے کے لئے ناگزیر تھیں۔ افراد صحابہ اور رواۃ صحابہ کے اعداد وشمار کے تقابل سے نمایاں ہوتا ہے کہ انہوں نے اکثار روایت سے گریز کیا، چنانچہ جن لوگوں کو صحبت نبوی ﷺ کے مشاہدہ اور تجربہ کا موقعہ ملا اور انہوں نے آنحضرت ﷺ کی گفتار ورفتار کے متعلق ابتدائی وسادہ علم دوسروں تک پہنچایا یعنی جماعت صحابہ کی تعداد حافظ ابو زرعہ الرازی (حدیث اور رجال کے مشہور ائمہ میں ہیں) کی رائے میں ایک لاکھ سے زائد ہے: "آنحضرت ﷺ کے وفات کے وقت تک جن لوگوں نے آپ کو دیکھا تھا اور آپ ﷺ سے آپ کی باتیں سنی تھیں ان کی تعداد ایک لاکھ انسانوں سے زیادہ ہے جن میں مرد وعورتیں دونوں شامل ہیں" (۱۶) اور اس ایک لاکھ افراد میں رواۃ صحابہ کی تعداد امام حاکم کی رائے میں چار ہزار ہے: (۱۷) جبکہ ابن عبدالبر کے مطابق جن صحابہ سے روایات نقل کی جاتی ہیں ان کی تعداد تیرہ ہزار ہے۔ (۱۸)

مذکورہ بالا تمہید کے پیش نظر ان وجوہات کو تلاش کیا جائے جن کے باعث ابتدائی ادوار میں تقلیل روایت داخلی ضرورت رہی تو ممکنہ تین مصالح بیان کئے جاسکتے ہیں (۱۹)۔ روایات شمائل ذخیرہ حدیث کا ایک مہتم بالشان حصہ ہے اور ان دونوں کا آپس میں براہ راست تعامل ہے، چنانچہ قلّت روایت کے اسباب و تشریعی ضرورت نہ ہونے کے باعث روایات شمائل محدود ہوتے چلے گئے، رواۃ صحابہ کی تعداد ہزاروں اور سینکڑوں سے بھی گھٹ گئی حتی کہ آنحضرت ﷺ کے شمائل وحلیہ کو بیان کرنے والوں کی تعداد قاضی عیاض کے مطابق پندرہ ہے۔ ذیل میں تقلیل حدیث کے مصالح اور اس کے سیاق میں تقلیل شمائل نگاری کا تجزیہ سپرد قلم ہے۔

قرآن و شریعت کے بنیادی مطالبات کا فروغ:

بعثت محمدیؐ کے مقاصد میں تلاوت قران اور اس کے مطالب کا فہم سرفہرست عنصر ہے، کتاب اللہ کی بنیاد پر شریعت کے خدوخال تشکیل پاتے ہیں، لہٰذا ایمان والوں کو اس کے حفظ و نقل اور اس میں غور وفکر کی سب سے زیادہ ضرورت تھی۔ اس کے لئے ارادی طور پر علمی اور تالیفی پیمانہ پر جمع حدیث سے عہد رسالت میں توقف کیا گیا تاکہ صرف قرآن کریم اور دین کے ضروری و ناگزیر اجزاء اس تواتر وقطعیت کے ساتھ اگلی نسلوں کو منتقل ہوں کہ وہ امت کے اجتماعی تعامل کا جزو لاینفک بن جائے اور ان بنیادی اعمال کے بغیر دین اور دین کا ان اعمال کے بغیر تصور ممکن نہ ہو۔ دین کے عملی احکام کا بہت بڑا حصہ انہی

امور پر مشتمل ہے اور انہی امور کے لئے تواتر، سنت ثابتہ، توارث سلف اور نقل العامۃ عن العامۃ کی اصطلاحات استعمال ہوتی ہیں ،یہی دین کا وہ حصہ ہے جسے روز اول سے عمومی تعلیم و تبلیغ کا موضوع بنایا گیااس لئے کہ امت کے ایک ایک فرد کا ان احکام سے آگاہ ہو جانا نبوت کے فرائض میں شامل ہے۔امام ابو بکر جصاص کے الفاظ میں :

کل ما بالناس حاجته عامةفلابد ان یکون من النبی ﷺتو قیف الامة علیه (۲۰)

پیغمبر ﷺ پر ضروری ہے کہ جن شرعی امور کی ضرورت عام مسلمانوں کو ہے امت کو اس واقف کرائیں۔

آنحضرت ﷺ کے زمانے میں لوگوں کا مشغلہ سفر میں ،مسجد میں ،عام مجمع میں حتی کہ جہاد میں بھی قران پڑھنے پڑھانے اور عملی دین سیکھنے سکھانے کا بن گیا تھا۔حضرت ابو سعید خدری کا بیان ہے:

کان اصحاب محمد ﷺ اذا قعدوایتحدثون کان حدیثهم الفقه الا ان یامروا رجلا فیقرء علیهم سورة او یقرا رجل سورة من القران(۲۱)

آنحضرت ﷺ کے اصحاب جب بیٹھ کر آپس میں گفتگو کرتے تھے تو ان کی گفتگو تفقہ فی الدین ہوتی تھی (دین کو سمجھنے سمجھانے کی ہوتی تھی) الا یہ کہ کسی آدمی کو حکم دیتے وہ ان کے سامنے کوئی سورت پڑھتا یا اپنے طور پر کوئی آدمی قران کی کوئی سورت پڑھنے لگتا۔

اور کبھی ان احکام شرعیہ سے ہٹ کر کوئی غیر معروف اور مختلف امور پیش آجائیں تو آنحضرت ﷺ سے صحابہ رجوع کر لیتے تھے، یوں آنحضرت ﷺ کے زمانے میں احادیث کی عام اشاعت نہیں ہوئی ۔شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے الفاظ میں :

درزمان آں حضرت ﷺ مردماں درہمہ انواع علوم ، چشم بر جمال آنحضرت ﷺ وگوش بر آواز وے می داشتند، ہرچہ پیش می آمد از مصالح جہاد وہدنہ وعقد جزیہ واحکام فقہیہ وعلوم زہد یہ ہمہ از آنحضرت ﷺ استفسار می نمودند (۲۲)

آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ہر قسم کے علم کے متعلق لوگوں کی نگاہیں آنحضرت ﷺ کے جمال مبارک پر جمی ہوئی تھیں ،ان کے کان حضور ﷺ کی آواز پر لگے ہوئے تھے ۔جہاد کی مصلحتوں ، صلح وجزیہ کا معاہدہ، فقہی احکام ،زہد کے متعلق علوم وغیرہ ہو، جو باتیں بھی پیش آتی تھیں سب آنحضرت ﷺ سے دریافت کر لیتے تھے
آنحضرت ﷺ کی تبلیغ عام کی اس کیفیت کو امام شافعی نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

ما نقلته عامة عن عامة:وهذا الصنف کله من العلم موجود نصا فی کتاب الله تعالی وموجودا واما عند اهل الاسلام ینقله کله عوامهم عن من مضی عن عوامهم یحکونه عن رسول الله (۲۳)

دینی امور کا ایک حصہ وہ ہے جو عموم سے عموم تک منتقل ہوتا چلا آرہا ہے: علم کی اس قسم میں قرآن کریم میں موجود صریح احکام اور مسلمانوں کے وہ امور ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرکے عامۃ المسلمین ہر زمانے میں (اپنے سے پہلی نسل کے) مسلمانوں سے نقل کرتے چلے آرہے ہیں۔

مثل ان الصلوات خمس وان لله علی الناس صوم شهر رمضان وحج البیت ان استطاعو االیه سبیلا وزکاة فی اموالهم وانه حرم علیهم القتل والربا والزنا والسرقة والخمر وماکان فی معنی هذا

مثلاً یہ کہ پانچ وقت کی نماز فرض ہے، لوگوں پر رمضان کے روزے فرض ہیں، بیت اللہ کا حج بشرط استطاعت فرض ہے، ان کے اموال میں زکوۃ فرض ہے، ناحق قتل، سود، چوری، زنا، شراب یہ سب ان پر حرام ہیں اور جو بھی ایسی بدیہیات ہوں۔

پیغمبر ﷺ کی طرف کسی غلط بات کے انتساب کا جرم:

متعدد صحابہ مثلاً زبیر بن العوام، سعد بن ابی وقاص، انس بن مالک، زید بن ارقم وغیرہ سے منقول ہے، جب ان سے عرض کیا گیا کہ آپ آنحضرت ﷺ کی احادیث بیان نہیں کرتے تو فرماتے: حدیثیں تو ہم نے بھی سنی ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی رفاقت میں سالہا سال تک رہے لیکن خوف معلوم ہوتا ہے آپ کی طرف کوئی غلط بات منسوب نہ ہو جائے جس کی سزا انتہائی سخت ہے، آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: ''جو میری طرف جھوٹ منسوب کرے اس کا ٹھکانہ جہنم میں ہوگا۔'' (۲۴) کسی پیغمبر کی طرف جھوٹ منسوب کرنا افتراء علی اللہ کی ایک شکل ہے جس کے مرتکب کو قرآن میں سب سے بڑا ظالم ٹھہرایا گیا ہے، اس خوف کی وجہ سے حضرات صحابہ یہ نہیں کہتے تھے کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے باوجود یہ کہ مسائل آنحضرت ﷺ کے ارشادات اور حالات ہی سے بتاتے تھے۔ حضرت علیؓ کا معمول تھا آپ اپنی طرف اشارہ کرکے اس فقرے کو دہراتے تھے:

لان اخر من السماء احب الی من ان اکذب علی رسول اللہ ﷺ (۲۵)

میں آسمان سے گر پڑوں یہ میرے لئے زیادہ آسان ہے اس بات سے کہ آنحضرت ﷺ کی طرف غلط بات کو منسوب کرکے بیان کروں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ خادم خاص ہونے کی وجہ سے صاحب النعل، صاحب الوسادۃ، صاحب المطہرۃ کے القاب سے موصوف ہیں اور آنحضرتؐ کے ساتھ ایسی قربت بقول ابو موسی اشعریؓ ہم لوگ جب یمن سے آئے تو ایک زمانہ تک ابن مسعود کو اہل بیت میں سے سمجھتے رہے اس لئے کہ اتنی کثرت سے ان کی اور ان کی والدہ کی آمد و رفت آنحضرت ﷺ کے گھر میں تھی جیسے گھر کے آدمیوں کی ہوتی ہے، (۲۶) مگر ان کے شاگرد ابو عمرو شیبانی کہتے ہیں: میں ایک سال تک ابن مسعود کے پاس رہا، میں کبھی ان کو آنحضرتؐ کی طرف منسوب کرکے بات کرتے نہیں سنا اور کبھی آنحضرتؐ کی طرف کوئی بات منسوب کردیتے تو بدن پر کپکپی آجاتی تھی۔ ایک اور شاگرد عمرو بن میمون یمانی ثم کوفی کے مطابق ہر جمعرات کو ایک سال تک ابن مسعود کے پاس آتا رہا میں نے کبھی آنحضرت ﷺ کی طرف نسبت کرکے بات کرتے نہیں سنا، ایک مرتبہ زبان پر یہ جاری ہوا کہ حضور ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا تو بدن کانپ گیا، آنکھوں میں آنسو بھر آئے، پیشانی پر پسینہ آگیا، رگیں پھول گئیں اور فرمایا؛ ان شاء اللہ یہی فرمایا تھا یا اس کے قریب قریب تھا یا اس سے کچھ زیادہ یا اس سے کچھ کم۔ (۲۷)

حضرت صہیب بن سنان رومی آنحضرت ﷺ کے غزوات واسفار بیان کرتے تھے اور حدیث نہیں بیان کرتے تھے، کہتے تھے: آؤ میں تم لوگوں سے اپنے غزوات بیان کروں مگر قال رسول اللہ ﷺ نہیں کہوں گا۔ (۲۸) حتی کہ مذکورہ بالا عنوان کی بناء پر محدثین سند مرفوع کو مختصر کرکے موقوف بنالیتے تھے۔ امام شعبی سے ان کی ذکر کردہ موقوف حدیث کو رسول اللہ ﷺ تک مرفوع کرنے کا مطالبہ کیا گیا تو یہ جواب دیا: نہیں، مرفوع نہ کرو، مجھ کو یہ زیادہ محبوب ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی اور شخص سے اس کو نقل کیا جائے کیونکہ اگر روایت میں کچھ کمی بیشی ہو گئی تو وہ بعد کے شخص

پر ہی رہے گا۔ اسی طرح ابراہیم نخعی نے ایک موقعہ پر فرمایا: مجھے آنحضرت ﷺ تک سند سے احادیث یاد ہیں لیکن مجھے قال عبداللہ، قال علقمة کہنا زیادہ پسند ہے۔ (۲۹)

فہم ناقص کی بناء پر تحدید احادیث

آنحضرت ﷺ کی سیرت میں بکثرت ذکر آتا ہے کسی صحابی سے آپ نے حدیث بیان کی، صحابی نے اجازت چاہی کہ لوگوں میں اس کی اشاعت کروں مگر آپ ﷺ نے بوجوہ منع کر دیا۔ حضرت معاذ بن جبل، ابوہریرہ عمران بن حصین ،حذیفہ ودیگر صحابہ سے اس قسم کی روایتیں نقل کی گئی ہیں، عمران بن حصین کہتے ہیں: میں آنحضرت ﷺ سے سنی ہوئی ساری باتیں لوگوں سے اس لئے بیان نہیں کرتا کہ جو نہیں جانتے ہیں وہ خواہ مخواہ میری مخالفت کریں گے۔ (۳۰) کیونکہ ہر ایک (عمومی مجمع) اس بشارت یا تخویف کو تحمل نہیں کر پائے گا جس کے مضرات اخفاء حدیث سے بڑھ کر ہونگے، حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں: ''میں نے آنحضرت ﷺ سے دو طرح کے علم سیکھے ہیں: جو لوگوں کو بیان کرتا ہوں وہ پہلی قسم میں سے ہیں اور دوسرا علم وہ ہے کہ اگر میں اس کو پھیلا دوں تو (ظالم حکمران) میرا گلا کاٹ ڈالیں۔ (۳۱)

صحابہ خود ہی نہیں بلکہ دوسروں کو بھی اس قسم کی حدیثوں کی عام اشاعت سے منع کیا کرتے تھے جن سے لوگ وحشت زدہ ہوں ورنہ بعض کو یہی باتیں فتنہ میں مبتلاء کر دیں گی۔ حضرت علیؓ کا قول تعلیقات بخاری میں منقول ہے:

حدثوا الناس مما يعرفون اتحبون ان يكذب الله ورسوله(۳۲)

عام لوگوں سے وہی باتیں کیا کرو جنہیں وہ جانتے پہچانتے ہوں کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو جھٹلا دیا جائے۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں اسی حکمت پر مبنی عنوان قائم کیا ہے:

باب من خص بالعلم قوما دون قوم كراهية ان لا يفهموا

علم کی باتیں کچھ لوگوں کو بتانا اور کچھ کو نہ بتانا اس خیال سے کہ سمجھ میں نہ آئیں گی

اور حضرت معاذ کی یہ مشہور حدیث بھی نقل کی ہے؛ وہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سواری پر سوار تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے معاذ؛ میں نے عرض کیا: حاضر ہوں یا رسول اللہ۔ آپ ﷺ نے دوبارہ فرمایا: اے معاذ؛ میں نے عرض کیا: حاضر ہوں یا رسول اللہ۔ آپ ﷺ نے سہ بارہ فرمایا: اے معاذ؛ میں نے عرض کیا: حاضر ہوں یا رسول اللہ ۔ تین بار ایسا ہوا اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص سچے دل سے اس بات کا اقرار کرے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اللہ اس پر دوزخ کی آگ حرام کر دیتا ہے۔''میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ؛ کیا اس بات سے لوگوں کو آگاہ نہ کر دوں تاکہ وہ خوش ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں (جب تم یہ خبر سناؤ گے اس وقت لوگ اس پر بھروسہ کر بیٹھیں گے اور عمل چھوڑ دیں گے) پھر حضرت معاذ نے انتقال کے وقت یہ حدیث اس خیال سے لوگوں کو سنائی کہیں اخفاء حدیث رسول ﷺ کا ان سے آخرت میں مؤاخذہ نہ ہو (۳۳)

روایات کے نشر واشاعت میں توقف کے فقہی نتائج:

مندرجہ بالا وجوہ کی بناء پر شریعت کے عملی امور اور احادیث (اخبار آحاد) کے ابلاغ و تشہیر میں فرق اور ان کے قوت وضعف میں امتیاز پیدا کیا گیا اور آنحضرت ﷺ وحضرات شیخین ابو بکر وعمر کے اقدامات سے احادیث کی اشاعت میں اکثار

وعموم پیدا نہیں ہوا، تاکہ اگلے زمانہ میں احادیث کے باقاعدہ عدم ابلاغ کی بناء پر ان کے ردو قبول ،استدلال، طریقہ استنباط،احوال زمانہ اور مجتہد کے مذاق ورجحان کے باعث مختلف معیارات وذوق اس طور پر وضع ہوں کہ ان سے مستنبط ہونے والے نتائج لچکدار، غیر صریحی رہ جائیں اورامت کو مختلف امور میں مختلف نقطہ نظر سے استفادہ کی گنجائش میسر ہو۔ان غیر تشریعی احکام میں (باوجود اپنی عظمت ووقعت) اجتہادی امر ہونے کی بناء پرایسی توسع پیدا ہوجائے کہ ایک مومن کسی بھی حال میں تنگی میں مبتلانہ ہواور دین پر عمل کرنے کی راہیں اس کے لئے کھلی رہیں اور (بد قسمتی سے) ان کا تارک حتی کہ ان کا منکر بھی دین سے خارج نہ ہواور آنحضرت ﷺ کے "الدین یسر" کے اعلان وامتیاز میں کوئی شک نہ رہے۔یہی کچھ سیدانور شاہ کشمیریؒ سے منقول ہے:

ان جمع الاحادیث فی عهد النبی ﷺوان کان احسن فی بادی الرای الا ان المرضی عند ذلک کان لا تدون الاحادیث مثل تدوین القران ولا یحفظ حفظه (٣٤)

نبی کریم ﷺ ہی کے زمانہ میں حدیثیں اگر جمع ہو جاتیں تو بظاہر یہ زیادہ اچھی بات نظر آتی ہے لیکن در حقیقت مقصد ہی یہ تھا کہ حدیثوں کی تدوین سرے سے اس طریقہ وکیفیت سے نہ ہو جیسے قران کی تدوین اور حفاظت پر غیر معمولی توجہ صرف کی گئی ہے۔

بل الاحادیث تبقی فی مرتبةثانیةیمشی فیها الاجتهادوتفحص العلماء وغور الفقهاء وبحث المحدثین،لینفسخ علیهم امر الدین ویتوسع علیهم من کل جانب،صدق حیث قال ان الدین یسر

بلکہ (قصدا تدوین احادیث کے ساتھ ایسا برتاو کیا گیا کہ) قران کے مقابلہ میں ان کی حیثیت ثانوی ہو گئی،قران جیسی قطعیت نہ ہونے کے باعث احادیث میں علماء کے اجتہادو تحقیق ،فقہاء کی فکرو نظراور محدثین کے لئے تلاش وجستجو کی گنجائش پیدا ہو گئی تاکہ ایمان والوں پر ان کا دین کشادہ ہو، عمل میں وسعت پیدا ہواور یہ فرمان سچ ہو کہ دین سراپا آسان ہے۔

احادیث کے معانی ومفاہیم پر غور وخوض کرکے مستنبط ہونے والے فقہی امور کی تین اقسام اور ان کے احکام پر امام ابوالیسر بزدوی نے جامع بحث کی ہے جس کی روشنی میں تقلیل روایت کے فوائد واضح ہوتے ہیں:

۱۔سنن زوائد ۲۔ سنن ہدی ۳۔اعلام الدین (شعائر اسلام)

سنن زوائد : ایمان والوں کو ان کامکلّف نہیں بنایا گیا ہےاوران کا تارک گناہ گار ہے نہ برائی کا مرتکب ٹھہرایا جائے گا

والزوائدنحو تطویل القراءةفی الصلوةوتطویل الرکوع والسجود وسائر افعاله التی یاتی بها فی الصلوة فی حالة القیام والرکوع والسجود وافعاله خارج الصلوة من المشی واللبس والاکل فان العبد لا یطالب باقامتها ولا یاثم بترکها ولا یصیر مسیئا

سنن ہدی : اہمیت کے اعتبار سے زوائد پر فوقیت رکھتے ہیں،ان کا تارک کبھی ملامت اور گناہ کا مستحق ہوتا ہے اور کبھی ملامت سے بھی مامون ہوتا ہےالبتہ دونوں صورتوں میں حکومتی بازپرس اور تعزیری کاروائی سے محفوظ ہوگا۔

الف :کل نفل واظب علیه رسول الله ﷺ مثل التشهد فی الصلوة والسنن الرواتب فحکمها ان یندب الی تحصیلها ویلام علی ترکها مع اثم یسیر

ب :وكل نفل لم يواظب عليه رسول الله ﷺ بل تركه فى حالة كا لطهارة بكل صلوة وتكرار الغسل فى اعضاء الوضوء والترتيب فى الوضوء فانه يندب الى تحصيله ولكن لا يلام على تركه ولا يلحق بتركه وزر (۳۵)

اعلام الدین: گو ان کا شمار فرائض واجبات میں نہیں ہے مگر ان کے ترک پر اصرار کو استخفاف دین گردانا جائے گا جیسے اذان، اقامت، جماعت کی نماز، عیدین کی نماز وغیرہ۔امام محمد سے منقول ہے اس قسم کے افعال کے ترک پر اصرار اور حکم کے ماننے سے انکار کی بناء پر ان سے لڑائی کی جائے گی۔

اذااصر اهل مصر على ترک الاذان والاقامة ،امروا بهما ،فان ابوا ،قوتلو اعلى ذلک

اور امام ابویوسف نے یہ اضافہ کیا ہے یہ لڑائی ہتھیار سے حملہ کے بجائے عام تادیبی کاروائیوں پر مشتمل ہوگی:

المقاتلة بالسلاح عند ترک الفرائض والواجبات -واما السنن فانما یودبون على ترکها، ولا یقاتلون على ذلک، لیظهر الفرق بین الواجب وغیره

خلاصہ یہ کہ احادیث سے مستنبط غیر وجوبی امور کی مذکورہ بالا ثانوی کیفیت آنحضرت ﷺ کی ارادی طرز عمل کا ثمرہ ہے، یوں اس ذخیرہ حدیث میں علماء کے اجتہاد و تحقیق اور فقہاء کے تلاش و جستجو کے لئے وسعت وہمت پیدا ہوئی، یہ روایات تابعین اور تبع تابعین کے دور میں تحقیق و تنقید کا موضوع بنیں اور ان روایات کے توسط سے مختلف مناہج فکر وجود میں آئے جن کے مابین عداوتوں سے ماورا کئی مسائل میں اختلافات تھے۔حضرت ابو سعید خدری کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ارشاد "سفر میں روزہ نیکی نہیں" کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رمضان کے سفر میں ہم میں کچھ لوگ روزہ رکھتے اور کچھ روزہ نہ رکھتے، لیکن روزہ رکھنے والا روزہ نہ رکھنے والے کو عار دلاتا نہ روزہ چھوڑنے والا روزہ رکھنے والے کو طعنہ دیتااور ہم دل میں بھی ایک دوسرے کے خلاف کچھ محسوس نہیں ہونے دیتے تھے۔(۳۶) پھر ان حضرات کے فکر و نظر کے ذریعے عام لوگوں کے لئے دینی امور میں آسانیاں میسر آئیں کہ وہ جس بات پر بھی عمل کریں ان کا شمار تارک سنت میں نہیں ہوگا۔شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ان احادیث کی معلومات کی بنا پر پیدا ہونے والے اختلافات کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ایسے اختلافی مسائل جن میں صحابہ کے اقوال ہر پہلو کی تائید میں ملتے ہیں مثلاً عیدین وتشریق کی تکبیریں۔۔۔اوراس قسم کی ساری باتوں میں اختلاف کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان مین سے کوئی صورت شریعت کے مطابق اور اس کی مخالف شکل غیر شرعی ہے بلکہ اگر سلف کا اختلاف تھا، تو اس میں تھا کہ ان دونوں صورتوں میں اولی اور بہتر کیا ہے؟ورنہ دونوں شکلوں کو شرعی قرار دینے میں سب متفق تھے۔(۳۷)

دور فاروقیؓ میں مصلحت پیغمبری ﷺ کے معاشرتی نتائج:

رسول اللہ ﷺ کے اس ارادی حکمت عملی کے نتیجہ میں تمام عمومی تشریعی امور اس طرح سے عام مسلمانوں میں شائع ہوگئے اور پہلی نسلوں سے پچھلی نسلوں تک ان کو اس کیفیت سے پہنچایا گیا کہ ان امور میں تواتر اور قطعیت کی وجہ سے شک وشبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی اور ان میں سے کسی کا انکار دین کے انکار کے مترادف ہوگیا، جیسے انسانی جسم کے کلیدی اعضاء جن کے قطع کے بعد انسان زندہ رہ ہی نہیں سکتا۔ان وجوبی امور جیسے نماز، حج کے ترک پر آنحضرت ﷺ کے کلام میں یہ تعبیر اہل علم سے مخفی نہیں۔ایک مؤرخ ابن حزم مسلمانوں کے بلاد وممالک میں ان نتائج کو مندرجہ کیفیت کے

ساتھ مشاہدہ کرتا ہے:

''پانچ وقتوں کی نمازوں میں یہ کیفیت پیدا ہو گئی کہ مومن ہو یا کافر کسی کے لیے شبہ کی گنجائش ان میں نہ چھوڑی گئی ،ان میں ہر ایک جانتا ہے کہ ان نمازوں کو مقررہ اوقات پر پیغمبر اپنے صحابیوں کے ساتھ پڑھتے رہے ہیں اور جو بھی جہاں کہیں آپ کے دین میں داخل ہوئے وہ بھی ان نمازوں کو پڑھتے رہے اور آج تک پڑھ رہے ہیں ، بغیر کسی شک وشبہ کے اس یقین کو ہر ایک اپنے دل میں پاتا ہے کہ سندھ والے بھی ان نمازوں کو اسی طرح پڑھتے ہیں جس طرح اندلس والے ان کو ادا کرتے ہیں، آرمینیہ کے باشندے ان ہی نمازوں کو پڑھتے ہیں جو یمن والے پڑھتے ہیں ۔یہی حال رمضان کے روزوں کا ہے کہ نہ کسی مومن کے لیے شک کی گنجائش باقی رہی اور نہ کافر کے لیے کہ رمضان میں آنخضرت ﷺ نے روزے رکھے اور جہاں کہیں جو لوگ بھی آپ کے دین میں داخل ہوئے وہ بھی ہر سال ان روزوں کو رکھتے ہیں ، اسی طرح نسلاً بعد نسل رمضان کے روزوں کا یہ سلسلہ مسلمانوں میں منتقل ہوتا چلا آرہا ہے، یہی حال حج کا ہے کہ مومن ہو یا کافر سب جانتے ہیں کہ آنخضرت ﷺ نے خود بھی حج کیا اور اس کے مناسک کو ادا فرمایا اور ہر علاقہ کے مسلمان ہر سال ایک ہی مہینے میں اس کو ادا کرتے ہیں ،الغرض یہ اور اسی قسم کی وہ ساری چیزیں جن کا قرآن میں مطالبہ کیا گیا ہے ان سب کا یہی حال ہے، مثلاً زکوۃ کی فرضیت ، مردار اور سوٌر کی حرمت ، محرمات سے نکاح کا حرام ہونا وغیرہ۔''''جب عمر خلیفہ ہوئے تو اہل فارس کے تمام شہر طولا وعرضا ،پورا شام، جزیرہ اور مصر فتح ہو گیا، مشرق سے مغرب تک کوئی شہر باقی نہ رہا جس میں مساجد نہ بنائی گئی ہوں، قران نہ لکھے گئے ہوں، آئمہ قران نہ پڑھتے ہوں اور مکاتب میں بچوں کو اس کی تعلیم نہ دیتے ہوں اور اس تمام عرصہ میں تمام مومنین کے درمیان کبھی کسی چیز میں کوئی اختلاف نہیں ہوا بلکہ وہ سب ملت واحدہ ومقالہ واحدہ رہے۔''''حضرت عمر کی وفات تک مصر سے عراق ،شام سے یمن تک ان شہروں کے درمیان ایک لاکھ قران نہ ہوں گے تو اس سے کم بھی نہ ہوں گے۔'' (۳۸)

اس وقت مقصود یہی تھا کہ قران کریم ہی تمام توجہات کا مرکز ہو اور حفظ قران سے کوئی غافل نہ ہو۔ حافظ ذہبی کے الفاظ ہیں:

وقد كان عمر يامرهم ان يقلوا الرواية عن نبيهم ولئلا يتشاغل بالاحاديث عن حفظ القران(۳۹)

نیز ان عمومی عناصر کی ترویج و مشغولی کی بناء پر تمام اہل ایمان کا عہد صحابہ اور بالخصوص حضرت عمر فاروق کے اختتام خلافت تک بنیادی تشریعی وفقہی مسائل پر اجماع ہو گیا، دور فاروقی میں اجتماعی غور وفکر اور شورائی اجتہاد کے بعد اگر خلیفہ وقت کسی امر کا فیصلہ کر دیتا تھا تو کسی شخص کی مجال نہ تھی کہ اس کی مخالفت میں قدم اٹھائے، حضرت عمر نے صحابہ کو جس راستے پر ڈالا صحابہ اس پر قائم رہے، اس زمانہ میں افتراق مسلک واختلاف آراء کا وجود ہی نہ تھا بلکہ پوری امت ایک ہی مسلک پر گامزن تھی اور بعد میں آنے والوں حتی کہ ائمہ اجتہاد کے لئے دور فاروقی کا دینی نہج وفقہی مزاج کلید کی حیثیت اختیار کر گیا۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے الفاظ میں:

وبعد از قران وحدیث مدار اسلام بر فقہ است ،وامہات فقہ مسائل اجماعیہ فاروق است، واگر اکثر اہل اسلام را بنظر امتحان نگاہ کنی ،حنفیاں ومالکیاں وشافعیاں اند، وکسے کہ بر اصول وامہات ایں مذاہب اطلاع دارد ، شک نمی کند درآں کہ اصل ایں مذاہب مسائل اجماعیہ فاروق است ،وآں مانند امر مشترک است درمیاں ہمہ آنہا۔ (۴۰)

اور قران وحدیث کے بعد اسلام کا دارومدار فقہ پر ہے اور فقہ کی بنیادی مسائل حضرت عمر فاروق کے اجماعی مسائل

ہیں (یعنی جن پر آپ کے عہد خلافت میں اجماع ہو گیا تھا) اور جو اہل اسلام کی اکثریت کا جائزہ لیا جائے تو وہ حنفی، مالکی اور شافعی ہیں اور جو شخص ان مذاہب کے اصل وامہات پر اطلاع رکھتا ہے، اس بارے میں شک نہیں کرے گا کہ ان مذاہب کی اصل بھی حضرت عمر فاروق کے اجماعی مسائل ہیں اور ان تمام مذاہب کے درمیان یہ امر مشترک ہے۔

متون حدیث اور روایات شمائل کے فنی حیثیت میں فرق:

قلّت روایت کے عہد میں ذخیرہ حدیث غیر اعلانیہ دو حصوں میں منقسم تھا، ذخیرہ حدیث کے ایسے تمام تشریعی، اصولی، اجماعی مسائل اور مہمات دین سے متعلق احادیث منقول و محفوظ ہو رہی تھیں، جس کا جاننا اور اس کی پابندی کرنا لوگوں پر عمومی طور پر واجب تھا، جبکہ دین کے فروع وجزئیات کی بابت روایات وآحاد کی عمومی تبلیغ وتشہیر کے بجائے کسی خاص موقع پر اسے بیان کرنے پر اکتفا کیا جاتا تھا، یہ دوسرا حصہ آنحضرت ﷺ کے شمائل اور سنن زوائد (جیسے رسول اللہ ﷺ کے لباس وعادات) کی احادیث پر مشتمل تھا ان تمام کو حضرت عمر کم روایت کرتے تھے اور اس امر میں سخت محتاط تھے کہ آئندہ نسلیں ان میں منہمک ہو کر تشریعی روایات واحکام سے بے اعتنائی نہ برتنے لگیں۔ شاہ ولی اللہؒ نے ذخیرہ احادیث کی بابت اس تمام منظر نامہ کو یوں تحریر فرمایا: باستقراء تام معلوم شد کہ فاروق اعظم نظر دقیق در تفریق میان احادیث کہ بہ تبلیغ شرائع وتکمیل افراد بشر تعلق دارد از غیر اں مصروف می ساخت؛ لہٰذا احادیث شمائل واحادیث سنن زوائد در لباس وعادات کمتر روایت می کرد۔ (۴۱)

اچھی طرح چھان بین سے یہ بات ثابت ہوتی کہ حضرت عمر کی دقیق نظر حدیث کے دونوں حصوں میں امتیاز پر تھی یعنی وہ حصہ جس سے شریعت کی تبلیغ اور نوع انسانی کی تکمیل متعلق ہے اس میں مشغول کر کے دوسرے حصے میں انہماک سے لوگوں کو روکتے تھے۔ اپنے اوپر اس پابندی کے اطلاق کے ساتھ حضرت عمر دوسروں کو بھی حدیث کے اس حصے کی اشاعت عام سے منع کرتے تھے جن کا تعلق احکام یا سنن ہدی سے نہیں ہوتا:

ان عمر نھی عن الحدیث عمالا یفید حکما ولا یکون سنة(٤٢)

حضرت عمر کی یہ ساری قدغن اس لئے تھی کہ غیر تشریعی روایات میں عموم کی کیفیت پیدا نہ ہو جائے اور لوگ اقوام سابقہ کی طرح کتاب اللہ واصل شرائع کو ترک کر کے دین کے فروعی امور میں مشغول نہ ہوں:

ایں ہا از تکلیفیہ تشریعیہ نیست، یحتمل کہ چوں اہتمام تام بروایت آں بکار برند، بعض اشیاء از سنن زوائد بہ سنن ھدی مشتبہ گردد (۴۳)

چوں کہ ان حدیثوں کا شمار ان علوم میں نہیں ہے جن کا مکلّف لوگوں کو بنایا گیا ہے (ان کی حیثیت عام شرعی امور کی بھی نہیں ہے) اور اگر اس دوسرے حصے کے بیان واشاعت پر زیادہ توجہ دی گئی تو ایسا نہ ہو کہ سنن زوائد وہدی باہم خلط ملط ہو جائیں۔

تقلیل شمائل نگاری

قلّت روایت حدیث کے پس منظر میں بالعموم اور فنی فرق کے باعث بالخصوص شمائل اور اس قبیل (غیر وجوبی امور) کی احادیث کی اشاعت وتدوین اوائل زمانہ میں بڑے پیمانے پر اور مربوط انداز میں نہیں ہوئیں۔ اس حصہ کی تشریعی ضرورت وشہرت نہ ہونے کے باعث چند اصحاب رسول ﷺ ہی شمائل نبوی کے بیان پر کامل دسترس اور خصوصی شغف رکھتے تھے، یوں جملہ اصحاب رسول ﷺ میں یہ مرویات ایک خاص دائرہ میں محصور رہیں۔ جن صحابہ نے آنحضرت ﷺ

کے شمائل وحلیہ مبارکہ کو بیان کیاان کی تعداد کم وبیش پندرہ ہےان میں درج ذیل اسماء شامل ہیں؛

حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت ابوہریرہ، حضرت انس بن مالک، حضرت جابر بن سمرہ، حضرت عبد اللہ بن عباس ، حضرت براء بن عازب ، حضرت ابو الطفیل، حضرت ہند بن ابی ہالہ ، حضرت ام معبد ، حضرت حکیم بن حزام ، حضرت معرض بن معیقیب، حضرت عداء بن خالد ، حضرت خریم بن فاتک ، حضرت ابوجحیفہ ،ابوامامہ باہلی ،ابورمثہ رضی اللہ تعالی عنھم اجمعین وغیرہ۔(۴۴) نیزاکابر صحابہ کی حیات میں روایات شمائل کے تکرار کا رواج نہ ہونے کی بناء پر خلفاء اربعہ ، حضرت طلحہ ، زبیر بن عوام ، سعد بن ابی وقاص ، عبدالرحمٰن بن عوف ،ابو عبیدہ بن الجراح ، سعید بن زید ،ابی بن کعب ، معاذ بن جبل ، سعد بن عبادہ ، عبادہ بن صامت ودیگر کی روایات نہ ہونے کے برابر ہیں اور اصاغر صحابہ (جن کے زمانے میں تابعین کی جماعت آنحضرت ﷺ کے شمائل وحلیہ کے جاننے کے انتہائی مشتاق تھے) سے روایات شمائل زیادہ ہیں ، جیسے حضرت ابوہریرہ، جابر بن عبداللہ ، رافع بن خدیج ، عبداللہ بن عمر ،انس بن مالک ،براء بن عازب ،ابو الطفیل عامر بن واثلہ۔ان کے علاوہ متاخر الوفاۃ صحابہ کے احتیاط روایت ، عبادت وجہاد میں مشغولی اور اپنے دور دراز قبائل میں محدود رہنے کے باعث بھی ان سے شمائل بکثرت روایت نہیں ہو سکیں۔

حوالہ جات وحواشی

(۱) ابن عبدالبر اندلسی: جامع بیان العلم وفضلہ، ص۸۹، دارابن الجوزی، الدمام، ۱۹۹۴

(۲) ابن سعد، محمد الکاتب: الطبقات الکبری، ۳۷۳/۲، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۹۹۰

(۳) نیشاپوری، محمد بن عبداللہ الحاکم: المستدرک، ۱۰۵/۱، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۲۰۰۲

(۴) الطبقات: ۱۲/۷

(۵) المستدرک: ۵۷۳/۳

(۶) عبدالرشید نعمانی: امام ابن ماجہ اور علم حدیث، ص۲۳۹-۲۳۰، نور محمد اصح المطابع، کراچی

(۷) الصحیح للمسلم: باب تحریم الذبح لغیراللہ

(۸) غازی، ڈاکٹر محمود احمد: ڈاکٹر حمید اللہ کی سیرت نگاری، مشمولہ السیرۃ ششماہی، ۳۳۵/۱۰، زواریہ اکیڈمی، کراچی

(۹) الندوی، ابوالحسن علی الحسنی: رجال ا لفکروالدعوۃ فی الاسلام، ۸۲، دار ابن کثیر، ۲۰۰۷

(۱۰) ''استاذنا النبی ﷺ فی الکتابۃ فلم یاذن لنا'' خطیب بغدادی: تقیید العلم، ۳۲

(۱۱) ''ومن کتب عنی غیر القران فلیمحہ'' تقیید العلم، ص۳۱

(۱۲) ''فجمعناھا فی صعید واحد فالقینا ھا فی النار'' تقیید العلم، ص۳۴

(۱۳) ''اکتبوا کتاب اللہ،امحضوا کتاب اللہ،اکتاب غیر کتاب اللہ؟ امحضوا او اخلصوہ'' المسند، رقم۱۰۷۰۸

(۱۴) حضرت ابوبکر نے مجمع صحابہ کو خطاب کیا: انکم تحدثون عن رسول اللہ ﷺ احادیث و تختلفون فیھا والناس بعدکم اشد اختلافا'' تذکرۃ الحفاظ للذھبی

(۱۵) ''مولوی عبد اللہ چکڑالوی سے لے کر برق اور پرویز صاحب تک سب لوگ حضرت عمر کو انکار حدیث میں اپنا امام قرار دیتے چلے آرہے ہیں'' حفاظت حدیث: خالد علوی، ۱۵۶، الفیصل لاہور

(۱۶) عسقلانی،ابن حجر:الاصابة فی تمییز الصحابة،۳/۱،المکتبة العصریة، بیروت، ۲۰۱۲
(۱۷) الحاکم نیشاپوری:المدخل فی اصول الحدیث،ص۷،دار ابن حزم،۲۰۰۷
(۱۸) ابن عبدالبر:الاستیعاب فی معرفة الصحابة،مقدمہ،دار الجیل، بیروت، ۱۹۹۲
(۱۹) ان مصالح کے تانے بانےاور مولانا مناظر احسن گیلانی سے اخذ کئے گئے ہیں، رحمۃ اللہ رحمۃ واسعۃ، تفصیل کے لئے ان کی کتاب "تدوین حدیث" سے مراجعت کی جائے۔
(۲۰) ابوبکر جصاص:احکام القران،۲۰۳/۱،دار الکتاب العربی، بیروت
(۲۱) الطبقات:باب جمع من عهد رسول اللہ ﷺ، ص۳۷۴/۲
(۲۲) شاہ ولی اللہ دہلوی:ازالة الخفاء،۱۴۰/۲، قدیمی کتب خانہ، کراچی
(۲۳) امام شافعی:الرسالة ،ص۱۲۷،مطبعۃ مصطفیٰ البابی، مصر
(۲۴) الصحیح:البخاری،۳۸/۱
(۲۵) احمد بن حنبل:المسند،۸۱/۱،دار لمنهاج،۲۰۰۸
(۲۶) البخاری: ۳۵/۵
(۲۷) احمد:۴۲۳/۱
(۲۸) الطبقات: ۲۲۹/۳
(۲۹) شاہ ولی اللہ دہلوی:الانصاف فی بیان سبب الاختلاف، مترجم، ص۳۶، محکمہ اوقاف پنجاب
(۳۰) احمد: ۴۴۷/۲
(۳۱) البخاری:۱۲۰/۱
(۳۲) البخاری۴۴/۱
(۳۳) البخاری۱۲۸/۱
(۳۴) فیض الباری: سید انور شاہ کشمیری۲۰۸/۱،دار الکتب العلمیة، بیروت
(۳۵) البزدوی، فخر الاسلام: کشف الاسرار ۳۱۰/۲-۳۰۸،الصدف پبلشرز، کراچی
(۳۶) البخاری: رقم ۱۹۴۷
(۳۷) الانصاف فی بیان سبب الاختلاف، مترجم:۸۹
(۳۸) اندلسی،ابن حزم:الملل والنحل مترجم،ص۵۷۶،المیزان ناشران لاہور،۲۰۰۶
(۳۹) تذکرۃ الحفاظ:۶/۱
(۴۰) شاہ ولی اللہ دہلوی:قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین،ص۱۷۱،مکتبہ سلفیہ، لاہور
(۴۱) ازالة الخفاء:شاہ ولی اللہ دہلوی ۱۴۱/۲
(۴۲) جامع بیان العلم:ابن عبد البر، ۱۴۸/۲
(۴۳) ازالة الخفاء: ۱۴۲/۲
(۴۴) قاضی عیاض :مقدمة الشفاء ،۸۲/۱ ۔مزید تفصیل کے لئے دیکھئے؛ علوم سیرت: تعارف،آغاز اور ارتقاء: محمود احمد غازی ڈاکٹر "مقالہ" تعمیر افکار، شمارہ جون ۲۰۰۷، ص۲۶

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆